تلخیص و ترجمہ

قصر اخیضر

ابتداء عہد اسلام کی ایک تاریخی یادگار

سید شکری الآلوسی کہتے ہیں کہ اخیضر کا لفظ اکیدر کا محرف ہے جو کندہ کے ایک امیر کا نام تھا، بنو کندہ
ع اسلام میں ہی مسلمان ہو گئے تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصر اسلام سے پہلے ہی تعمیر ہو چکا تھا۔ موزیل
ون ہے کہ لفظ اخیضر ایک مشہور تاریخی شخص کا لقب ہے۔ اس شخص کا نام اسماعیل بن یوسف تھا اور یہ
ی صدی ہجری کے اوائل میں قرامطہ کی طرف سے یمامہ کا حاکم تھا۔ موزیل کا خیال ہے کہ قصر اخیضر
ب دار الہجرت تھا جس کو حاکم مذکور نے بنایا تھا۔ ماسینیوں کا قیاس ہے کہ اخیضر کا طرز تعمیر ساسانی طرز
ز سے مشابہ ہے۔ اس لیے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی عہد سے قبل عراق میں کسی ایرانی معمار نے بنو لخم کے بادشاہان
یں سے کسی بادشاہ کی فرمائش پر اس قصر کو بنایا تھا۔ ماسینیوں کو یہیں سے یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ غالباً
ر اخیضر ہی وہ قصر سدیر ہے جس کا عربی شاعروں نے اپنے اشعار میں کثرت سے ذکر کیا ہے[۱]۔ دیولافوا بھی
و کے اعتبار سے ماسینیوں کی تائید کرتا ہے۔ اور وہ اس قصر کو چھٹی صدی عیسوی کے اواخر قبل از اسلام کی
سمجھتا ہے۔ لیکن مشہور مستشرق خاتون مس گرٹرڈ بیل جنہوں نے ۱۹۰۹ء میں اس قصر کا معائنہ کیا تھا، اُن کا
ں ہے کہ یہ قصر اسلامی تعمیر ہے۔ کیونکہ موصوفہ نے اس عمارت میں ایک مسجد کے کچھ آثار دیکھے تھے۔ اور
آثار میں ایک محراب بھی تھی۔ موصوفہ اس سے اس نتیجہ پر پہنچیں کہ یہ قصر دراصل دومۃ الحیرہ تھا جو بنو امیہ

---

[۱] مثلاً منخل عبدی کہتا ہے :- واذا انتشیت فاننی رب الخورنق والسدیر
واذا صحوت فاننی رب الشویھۃ والبعیر (س)

کے زمانہ میں تعمیر ہوا

جہاں تک اس عمارت کی بنیاد و اساس کا تعلق ہے۔ موزیل، اسکار روٹیر اور کروزیل۔ یہ سب مس
بل کے مؤید ہیں اور وہ قصر اخیضر کو اسلامی عہد کی یادگار سمجھتے ہیں، البتہ اختلاف اس میں ہے کہ اس کی تعمیر
پہلی صدی ہجری کے اواخر میں ہوئی تھی۔ یا چوتھی صدی ہجری کے اواخر میں۔ مسٹر کروزیل کہتے ہیں کہ قصر اخیضر
عہد بنو امیہ کی نہیں بلکہ عہد بنو عباس کی تعمیر ہے، اور غالباً عیسیٰ بن موسیٰ کے عہد میں تعمیر ہوا تھا جو خلیفہ
سفاح اور منصور کا بھتیجا، مہدی کا چچیرا بھائی، اور منصور کا ولی عہد اور کوفہ کا گورنر تھا۔ ہوز فیلڈ کی رائے
ہے کہ قصر اخیضر بے شبہ تیسری صدی ہجری کی تعمیر ہے کیونکہ غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس قصر میں اور سامرا
(سُرّ من رای) میں طرز بنا کے لحاظ سے قریبی مشابہت ہے۔

قصر اخیضر کی تعمیر سے متعلق یہ چند مختلف نظریے ہیں جو اوپر بیان کر دیے گئے لیکن تحقیق و تفتیش
سے ثابت ہوتا ہے کہ دراصل رائے وہی درست ہے جو علامہ سید شکری الآلوسی نے ظاہر کی ہے۔ البتہ
اس رائے میں اتنی ترمیم ہونی چاہیے کہ یہ تعمیر اسلام سے پہلے کی نہیں بلکہ بعد از اسلام کی ہے۔ اور ایسا یقین کرنے
کے لیے ہمارے پاس تاریخی شواہد موجود ہیں۔

علامہ یاقوت حموی معجم البلدان کی جلد چہارم صفحہ ۱۰۷-۱۰۸ میں لکھتے ہیں:-

"اس سلسلہ میں سب سے بہتر روایت وہ ہے جو احمد بن جابر نے فتوح البلدان میں نقل کی
ہے، اور میں اس کو بعینہٖ ذیل میں نقل کرتا ہوں اس روایت کا مفاد ہے کہ ۹ھ میں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے دومۃ الجندل[1] کی طرف اکیدر بن عبد الملک کے مقابلہ کے لیے ایک
چھوٹا سا دستہ حضرت خالد بن ولیدؓ کی زیر سرکردگی روانہ کیا۔ اکیدر کا بھائی حضرت خالد
کی شمشیر آبدار کا شکار ہو گیا اور خود اکیدر گرفتار کر کے خدمتِ رسالت پناہ میں حاضر کیا گیا اس

[1] شام اور مدینہ کے درمیان وادیِ قریٰ کے ایک موضع کا نام ہے۔

وقت اس کے جسم پر ایک زرین نقش و نگار کی دیباجی قبا تھی۔ اکیدر نے یہاں پہنچ کر اسلام قبول کرلیا۔ جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اکیدر کے درمیان صلح ہوگئی اور آپ نے خود اکیدر، اُس کے املاک و جاگیرات اور اہل دومہ کے لیے حسب ذیل صلحنامہ تحریر فرمایا:۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ پروانہ ہے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے اکیدر کے نام جبکہ اُس نے اسلام قبول کرلیا اور بتوں کی بندگی سے اپنے آپ کو بری کرلیا ہے۔ یہ صلحنامہ سب اہل دومۃ کے لیے بھی ہے۔ اس صلحنامہ کے بموجب تمام نامعلوم، مجہول الآثار اور بلا پانی والی زمینیں، اور زرہیں، ہتھیار، گھوڑے، اور قلعے ہمارے ہیں۔ ان کے علاوہ نخلستان، چشمے، اور آباد علاقے تمہارے ہونگے۔ تمہارے کسی اکیلے دکیلے مویشی پر ظلم نہیں کیا جائیگا، یہاں تک کہ تمہارے سبزہ زاروں کی گھاس بھی نہیں اُکھاڑی جائیگی۔ تم لوگ نماز اوقات مقررہ پر پڑھتے رہو گے۔ اور اسی طرح زکوٰۃ اُس کے مصارف میں خرچ کرو گے، یہ عہدنامہ اللہ کی طرف سے تمہاری ذمہ واجب الاطاعت ہے اور اُس کو پورا کرنا تمہارا فرض ہے۔ اللہ اور تمام مسلمان جو اس وقت حاضر ہیں اس کے گواہ ہیں"

اس عہدنامہ کے بعد اکیدر دومۃ الجندل واپس آگیا۔ لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات [ہو]ئی تو اُس نے زکوٰۃ ادا کرنے سے صاف انکار کردیا۔ اور دومۃ الجندل سے نکل کر حیرہ کے اطراف میں کہیں [سکو]نت اختیار کرلی۔ اور عین التمر کے قریب ایک عمارت بنوائی جس کا نام دومہ رکھا۔ بعد میں اکیدر کے بھائی [حری]ث بن عبد الملک نے اپنی تمام چیزیں دے کر یہ عمارت اکیدر سے لے لی"

فتوح البلدان سے یہ روایت نقل کرنے کے بعد علامہ یاقوت حموی لکھتے ہیں:۔

"بیان کیا جاتا ہے کہ اکیدر کا مکان پہلے دومۃ الحیرہ میں تھا۔ یہیں اُس کے خاندان کے دوسرے افراد بھی رہتے تھے۔ یہ لوگ اپنے ماموؤں کی ملاقات کے لیے کبھی کبھی جاتے تھے جو بنو کلب سے

تعلق رکھتے تھے۔ اس سفر میں اکیدر بھی ان کے ہمراہ ہوتا تھا، ایک مرتبہ اکیدر اپنے خاندان والوں کے ساتھ شکار کے لیے جا رہا تھا کہ ان لوگوں کو ایک منہدم عمارت کے کچھ آثار نظر آئے۔ اس عمارت کی صرف دیواریں باقی رہ گئی تھیں جو پتھر کی بنی ہوئی تھیں۔ ان کو اس کے ساتھ کچھ ایسی دلچسپی پیدا ہوئی کہ اُنھوں نے اس کی مرمت کی، اس میں زیتون کا درخت لگایا، اور دومۃ الحیرہ سے ممتاز کرنے کے لیے اس کا نام دومۃ الجندل رکھا۔ اکیدر ان دونوں جگہوں کے درمیان اکثر آمدورفت رکھتا تھا"

اس بیان پر صاحب معجم البلدان اتنا اور اضافہ کرتے ہیں کہ بعض راویوں کا بیان ہے کہ حضرت علی اور حضرت معاویہ کے درمیان تحکیم کا جو واقعہ پیش آیا وہ دومۃ الجندل میں ہی واقع ہوا تھا۔ اس پر ایک شاعر اعور الشنی کہتا ہے۔

رضینا بحکم اللہ فی کل موطنٍ   وعمرو وعبد اللہ مختلفان

ولیس بھادی اُمّۃٍ من ضلالۃٍ   بدومۃ شیخا فتنۃ عمیان

صاحب معجم البلدان نے جو کچھ لکھا ہے اُس کی تائید مؤرخ طبری کے بیان سے بھی ہوتی ہے تاریخ ابن جریر طبری ج ۴ ص ۲۲ میں لکھتے ہیں کہ "جب اہل دومہ کو جنگ کے لیے حضرت خالد بن ولید کے آنے کی اطلاع پہنچی تو اُنھوں نے قبیلہ کلب، غسان اور تنوخ، جن سے ان کو امداد کی توقع تھی ان کے پاس اپنے قاصد بھیج کر امداد و اعانت کی درخواست کی، اس وقت ان قبائل کے سردار دو شخص تھے، ایک اکیدر بن عبد الملک اور دوسرا جودی بن ربیعہ۔ اکیدر نے ان لوگوں کا خلاف کیا، اور حضرت خالد کے مقابلہ میں معرکہ آرا ہونے سے انکار کر دیا لیکن جنگ کی آفت سے بچ وہ بھی نہیں سکا۔ اس کو گردن زدنی قرار دے کر قتل کر دیا گیا[1]۔ اس جنگ میں اہل دومہ کو شکست فاش ہوئی۔ جو عیسائی ان لوگوں کی امداد کر رہے تھے

[1] یہ واقعہ وہ نہیں ہے جو فتوح البلدان کی روایت سے پہلے گذر چکا ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات (البقیہ بر ۲۲۹)

ور دومہ کے قلعہ کو گھیرے ہوئے پڑے تھے، انہیں بھی منہ کی کھانی پڑی۔ اسلامی فوج کا ان پر زیادہ دباؤ پڑا یہ سب قلعہ بند ہو گئے۔ لیکن یہ جگہ بھی اُن کے لیے جائے پناہ ثابت نہیں ہو سکی، اور نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے اکثر دمی سپرد تیغ ہو گئے۔ فتحیابی کے بعد حضرت خالد کچھ دنوں دومۃ الجندل میں قیام پذیر رہے۔ پھر حیرہ چلے ئے جو دومۃ سے تھوڑی ہی مسافت پر تھا۔

علامہ ابن جریر طبری، اور یاقوت حموی کے ان بیانات سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے ر دومۃ الجندل یا قصرِ اخیضر کی تاریخ اسلام کے بعد اکیدر کے ارتداد سے شروع ہوتی ہے، اُس کا ارتداد حضرت ابوبکر کے عہدِ خلافت میں زکوٰۃ کے ادا کرنے کے انکار پر مبنی تھا۔ اِس تحقیق سے جہاں علامہ موسی کے اس بیان کی تردید ہوتی ہے کہ قصرِ اخیضر کو اکیدر نے اسلام سے قبل تعمیر کرایا تھا۔ اس کے ساتھ ستشرق فاضل ماسینیون کی رائے بھی غلط ثابت ہو جاتی ہے۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ قصر اخیضر کو سی ایرانی معمار نے بنو لخم میں سے کسی بادشاہِ حیرہ کے لیے عہدِ اسلام سے قبل بنایا تھا۔

رہا ماسینیوں کا یہ کہنا کہ عرب شعراء حیرہ کے جس قصر سدیر کا ذکر کرتے ہیں وہ یہی قصر اخیضر ہے یہ بھی صحیح نہیں، کیونکہ قصر خورنق اور قصر سدیر ایک ہی مسمّی کے دو اسم ہیں۔ اور اس کے کھنڈر آج بھی ابوصخیر ے قریب لوگوں کے لیے سامان عبرت بنے ہوئے ہیں۔ اور چونکہ یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ قصر اخیضر عہد بنو امیہ تعمیر ہے۔ اس تحقیق سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ جرمنی مستشرق ہرزفیلڈ کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ قصر اخیضر سری یا چوتھی صدی میں بنو عباس کے عہد میں تعمیر ہوا، اور اُس کی دلیل یہ بیان کی جاتی ہے کہ طرزِ تعمیر ے لحاظ سے قصر اخیضر اور سامرا کے محلات میں مشابہت پائی جاتی ہے۔ رہے مستشرق کروزیل! انہوں ے کمال ہی کر دیا۔ فرماتے ہیں کہ اخیضر کی تعمیر عیسیٰ بن موسیٰ کے حکم سے ہوئی تھی جو سفاح اور منصور کا بھتیجا،

ہ نوٹ صفحہ ۲۲۰ کے بعد کا واقعہ ہے، جبکہ حضرت خالد خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رض کی طرف سے یمامہ کے مرتدین ساتھ قتال کرنے پر مامور ہوئے تھے۔ حضرت خالد کا اہل دومہ کے ساتھ یہ معرکہ عین التمر کی فتح کے بعد پیش آیا تھا۔
(س)

اور کوفہ کا گورنر تھا۔ اصل یہ ہے کہ یہ عیسیٰ بن موسیٰ خلیفہ سفاح کا بھتیجا نہیں تھا جس عیسیٰ بن موسیٰ نے کوفہ پر حکومت کی اور خلیفہ معتمد علی اللہ کے عہد حکومت میں خلافت کے عمال کو وہاں سے نکال بھگایا۔ وہ فرقہ قرامطہ کے سردار عبدان کا بھانجہ تھا۔

قصر اخیضر کی نسبت مستشرق موزیل کا یہ کہنا بھی بالکل غلط ہے کہ اس قصر کو اسماعیل بن یوسف نے بنوایا تھا جو اخیضر لقب کرتا تھا۔ اور یہ قصر قرامطہ کے لیے دار الہجرت تھا۔ ہم یہ جانتے ہیں کہ موزیل کو مسعودی کی تاریخ مروج الذہب کی ایک روایت سے یہ دھوکا ہوا ہے۔ لیکن یہ بالکل غلط ہے کہ قرامطہ کا دار الہجرت یہ قصر تھا۔ بلکہ وہ تو شہر واسط میں نہر موفقی کے کنارے واقع تھا۔ چنانچہ علامہ ابن اثیر تاریخ کامل ج ۸ ص ۔۔ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"سنہ ۳۱۶ھ کے حوادث میں سے ایک اہم حادثہ یہ ہے کہ ایک قرمطی زعیم نے جس کا نام حریث بن مسعود ہے، اور جو جنگ کے امور کا انچارج تھا، اس نے قرامطہ کے لیے واسط میں ایک دار الہجرت بنوایا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس ہجرت گاہ میں تقریباً دس ہزار ایسے قرمطی جمع تھے جو اپنے عقائد کو اب تک چھپائے ہوئے تھے۔ یہ دار الہجرت موفقی میں بنا تھا۔ جو موفق بن احمد الناصر لدین اللہ کی طرف منسوب ہے۔ موفقی ایک بڑی نہر ہے جس کو موفق نے کھدوایا تھا۔ اس کے حصۂ بالائی میں قصر "بزوفر" ہے"۔

یاقوت حموی نے بھی معجم البلدان ج ۸ ص ۱۹۸ میں یہی لکھا ہے۔

پھر یہ امر بھی نظر انداز نہیں ہونا چاہیے کہ قرامطہ نے عراق، شام اور مصر و حجاز میں جو قیامت انگیزیاں اور فتنہ پردازیاں کی تھیں اُن کی وجہ سے ان لوگوں کو کبھی اتنے چین اور اطمینان سے بیٹھنا نصیب ہی نہیں ہوا کہ یہ دومۃ الجندل یا قصر اخیضر ایسا کوئی شاندار محل تعمیر کر سکتے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ سنہ ۳۱۷ھ کے فوراً بعد ہی بُری طرح قتل کر دیے گئے۔ اور اس طرح دنیا کو ان کے وجود کی لعنت سے پاک کر دیا گیا۔

پھر صاحب معجم کی روایت کے مطابق بعض لوگوں کا یہ بیان کرنا کہ حضرت علی اور حضرت معاویہ کے درمیان تحکیم کا معاملہ دومۃ الجندل میں ہوا تھا۔ اس سے بھی موزیل اور ان کے ہم خیال لوگوں کی تردید ہوتی ہے۔

مس بل اس قصر میں ایک مسجد اور محراب کا پتہ دیتی ہیں۔ تو یہ ظاہر ہے کہ ہماری تحقیق کے مطابق اس قصر میں ابتداءً مسجد نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اس کا بانی اکیدر بن عبد الملک حضرت ابو بکرؓ کے عہدِ خلافت میں بجرم ارتداد حضرت خالد بن ولیدؓ کے ہاتھ سے قتل کر دیا گیا تھا۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ حضرت خالد نے فتح کرنے کے بعد اس میں مسجد بنوالی ہو۔ چنانچہ جس محراب کا اس میں پتہ لگا ہے وہ قصر کی ضخامت اور حجم کے ساتھ مناسب نہیں ہے۔ اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ محراب قصر کی تکمیل کے بعد بنی ہے۔

(المقتطف ج ۹۴ عدد ۲)